Al-Mahdi Research Journal (MRJ)
Vol 5 Issue 1 (July-Sep 2023)
ISSN (Online): 2789-4150
ISSN (Print): 2789-4142

Political and Social Structure of Angan: A Thematic Study

آنگن کی سیاسی وسماجی ساخت: موضوعاتی مطالعہ

Neelum Ambreen
PhD. Scholar NCBA&E, Lahore (Sub Campus Multan),
Sardarjugan005@gmail.com

Muhammad Shakeel Pitafi
Professor NCBA&E, Lahore (Sub Campus Multan)
shakilpitafi@gmail.com

Rafia Malik
Assistant Professor NCBA& E, Lahore (Sub Campus Multan)
rafiamalik7151@gmail.com

Abstract

Khadija Mastoor's novel "ANGAN" occupies a pivotal position in post-independence Pakistani literature, delving into significant historical events such as the war of independence, partition, migration, and wider political landscapes. The narrative skillfully navigates the intricate political dynamics between India's major parties, Congress and the Muslim League, shedding light on their profound influence on individual lives and the collective psyche of the Indian populace. In "ANGAN," Khadija Mastoor goes beyond historical events, aiming to unravel the reasons behind how societal changes impact individuals and contribute to the retrogradation of civilizations. The characters in Angan, while willingly surrendering to their ideologies, grapple with the complexities of societal shifts, providing a poignant portrayal of the human experience in times of transformative change. This abstract invites readers to explore the

CC BY

rich tapestry of "ANGAN," not merely as a historical narrative but as a profound exploration of social, political, and ideological shifts that resonate with the challenges and choices faced by individuals in the evolving landscape of post-independence South Asia.

Keywords: Post-independence Literature, Sociopolitical Dynamics, Indian Partition, Ideological Shifts, Khadija Mastoor

تمہید

قیام پاکستان کے بعد لکھے جانے والے ناولوں میں خدیجہ مستور کا ناول "آنگن" ایک اہم ناول ہے۔ برصغیر کی تاریخ میں یہ پورا دور سیاسی اعتبار سے خاصی اہمیت کا حامل ہے بلکہ اس دوران کئی معاشرتی اور تہذیبی تبدیلیوں کا بھی ظہور ہوا۔ یہ تبدیلیاں افراد کو بھی اثر انداز ہوئیں اور معاشرہ پر بھی۔ کیونکہ کوئی بھی تبدیلی کسی معاشرہ کی تعلیمی وسیاسی فضا پر براہ راست اثر انداز ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ ناول کی کہانی جس عرصہ پر محیط ہے اس میں دوسری جنگ عظیم تحریک آزادی برصغیر کی تقسیم اور تقسیم کے بعد کا دور شامل ہے۔ ''آنگن'' کو بنیادی طور پر سماجی یا تہذیبی ناول بھی کہا جاتا ہے۔ جس میں مصنفہ نے زندگی کے کئی فلسفوں پر قلم اٹھایا ہے۔ بدلتے ہوئے حالات اور تبدیلی ہر ذی روح کو متاثر کرتی ہے۔ خدیجہ مستور نے "آنگن" میں ایک متوسط طبقے کی زندگی کی عکاسی کی ہے اور اس کہانی کے ذریعے اس پورے دور کو از سر نو زندہ کر دیا ہے۔

ڈاکٹر ممتاز احمد خان لکھتے ہیں۔

> ''خدیجہ کے یہاں وہ سب تکنیکی وفنی صلاحتیں ملتی
> ہیں۔ جو اچھے ناول کی تخلیق کا باعث ہوتی ہے وہ
> کہانی بیان کرنے پر قدرت رکھتی ہے۔۔۔ کہانی
> کسی چھوٹی سی ندی کے بہاؤ کی طرح آگے بڑھتی
> ہوئی کسی گہرے سمندر میں تبدیل ہو جاتی ہے۔
> جو پہلے منظر ہی سے دیکھنے والے کو محو کو دیتا ہے
> اس کے احساس کو جھنجھوڑتا ہے اور زندگی کے

CC BY

فلسفیانہ پہلو کا شعور بخشتا ہوا اختتام تک لے آتا

ہے"(۱)

ڈاکٹر ممتاز احمد کے بقول خدیجہ کی تحریر قاری کے احساس کو جھنجھوڑ کے رکھ دیتی ہے اور ایک عام فرد کے اندر زندگی کے فلسفے کا شعور عطا کرتی ہے خدیجہ مستور نے آنگن میں ایک فیملی ڈرامے کے ذریعے اس معاشرے کی مخصوص تہذیب کے زوال کی داستان بیان کی ہے۔ اگر دیکھا جائے تو اس تہذیبی زوال کے اسباب دو سطحوں پر سامنے آتے ہیں۔ خارجی اور داخلی سطح پر۔

کہانی میں خارجی اسباب پس منظر کے طور پر تاریخی اور سیاسی واقعات کے صورت میں ظہور پر ہوتا ہے اس زوال کا سبب پوری کہانی میں موجود ہے جہاں نئی زندگی کے نئے تقاضوں کو سمجھنا ہوگا اور پرانی روایات نئی روایات کے ساتھ تصادم کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے ناول کے کرداروں میں ایک کرب اور بے چینی موجود ہے جو انھیں کہیں بھی چین نہیں لینے دیتی۔

ناول کے کرداروں کی شخصیتیں ٹوٹی بکھرتی نظر آتی ہیں۔ نیلم فرزانہ اردو ادب کی خواتین ناول نگار لکھتی ہیں۔

''خدیجہ مستور نے اپنے ناول میں جنگ آزادی،
تقسیم ہند اور ترک وطن جیسے ہنگامی اور سیاسی
موضوعات کو ایک فنی جہت عطا کی ہے۔ کانگر
یس اور مسلم لیگ کی جدجہد کی جانفشانیاں، ان
کی دشمنی سب کچھ فن کارانہ حسن کے ساتھ اس
چھوٹے سے کینوس پر ابھر کر سامنے آگیا ہے"۔
(۲)

ہندوستان کے بدلتے ہوئے حالات نے بھی وہاں کے عوام کو متاثر کیا۔ مصنف بھی اسی معاشرہ کا فرد ہوتا ہے وہ ان تبدیلیوں سے اپنے دامن کو نہیں بچا سکتا بلکہ یہ تبدیلیاں زیادہ شدت کے ساتھ فن کار یا مصنف پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ کیوں کہ فن کار معاشرہ کا ایک حساس فرد ہوتا ہے اور اس پر دیگر لوگوں کی نسبت کسی بھی واقعہ کا بھی زیادہ شدت سے اثر ہوتا ہے۔

یہ سیاسی تبدیلیاں ہوں یا تہذیبی اس نے ہندوستان کی عوام کو اجتماعی اور انفرادی دونوں سطح پر اثر انداز کیا۔ اگر ایک طرف اس سیاسی اور تاریخی پر آشوب واقعات نے ہندوستان کے جاگیر دار طبقے کو متاثر کیا ہے۔ تو دوسری طرف زندگی کے تقاضوں کے زیر اثر

CC BY

ہونے والی تبدیلیاں بھی پیدا ہوئیں۔ اس کے نتیجہ میں ہندوستان میں عجیب قسم کی بے چارگی پیدا ہوئی۔ یہ زوال کی ایک تاریخی حقیقت ہے۔ زمیندار طبقے کا زوال ہو گیا۔ جسے اردو ادب میں متعدد مصنفین نے اپنے اپنے انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور کسی حد تک اس زوال کے اسباب بھی جاننے کی کوشش کی ہے۔

ڈاکٹر خالد اشرف "برصغیر میں اُردو ناول" میں لکھتے ہیں:

> '' خدیجہ مستور کا ناول ''آنگن'' متوسط طبقے کے ایک گھر کی قومی سیاست کے زیر سایہ بدلتی ہوئی اقتصادیات اور نفسیاتی کیفیات کا احاطہ کرتا ہے اس گھر کے باسی تحریک آزادی سے کسی نہ کسی طور پر وابستہ ہیں۔ اس لیے گھر کا آنگن ہر وقت مخالف سیاسی نظریات کا اکھاڑا بنا رہتا ہے۔''(۳)

"آنگن" خدیجہ مستور نے اس متوسط طبقے کے مسلم گھرانے کے تحریک آزادی کے پس منظر میں پیدا ہونے والے معاشرتی، معاشی، تہذیبی اور جذباتی مسائل کی عکاسی کی ہے۔ اس گھرانے کا شمار کبھی کھاتے پیتے جاگیر دار گھرانے میں ہوتا تھا لیکن سیاسی و تہذیبی زوال کی بدولت اس جیسے نہ جانے کتنے گھرانے تھے جو خستہ حالی کی منہ بولتی تصویر تھے۔ اور جیسے تیسے زندگی کا بوجھ اٹھائے ہوئے تھے اور اپنی جھوٹی انا اور بھرم کی خاطر زندگی گزارنے پر مجبور تھے۔

"آنگن" میں اس گھرانے کے افراد مختلف نظریات سے وابستہ ہیں۔ کوئی کانگریس کا حامی ہے تو کوئی مسلم لیگ کی حمایت میں آواز اٹھاتا ہے۔ انگریزوں کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے تو کوئی شدید نفرت کرتا ہے۔

خدیجہ مستور نے ان سیاسی رجحانات کے نظربات کو بہت خوب صورت انداز میں پیش کیا ہے۔

نیلم فرزانہ لکھتی ہیں۔

> ''اس دور میں آزادی کا مطالبہ، کانگریس اور مسلم لیگ کے نظریات اتنے عام ہو چکے تھے کہ ہر

OPEN ACCESS
CC BY

> چھوٹا بڑا ان سے متاثر ہوتا نظر آتا تھا۔ چھمی اور
> اس کے ساتھ محلے کے بچوں کی حرکات و سکنات
> اس جانب اشارہ کرتی ہیں۔ اس سیاسی پس منظر کو
> پیش کرنے سے ناول نگار کا مقصد سیاست کی
> تصویر پیش کرنا نہیں بلکہ یہ دکھاتا ہے کہ اس عام
> سیاسی فضا نے عوام کی زندگی کو کس انداز میں
> متاثر کیا۔"(۴)

"آنگن" کے کردار بھی اپنا اپنا فلسفہ رکھتے ہیں اور اسی فلسفے کے ذریعے معاشرے میں تبدیلی لانا چاہتے ہیں۔

آنگن میں بڑے چچا اور ان کے بڑے بیٹے جمیل ملک کی آزادی کے لیے سیاسی جدوجہد میں حصہ لیتے ہیں اور اپنی اپنی سوچ کے تحت سیاسی پارٹیوں کا انتخاب کرتے ہیں۔

بڑے چچا کٹر کانگریسی ہیں جب کہ جمیل مسلم لیگی - ناول میں بڑے چچا اور ان افراد نمائندگی کرتے ہیں جو اپنے نظریہ حیات و فلسفہ کے مطابق سرگرم نظر آتا ہے۔

ان کرداروں کی سیاسی جدوجہد عوام کا جوش و خروش ناول میں اس حقیقت کو عیاں کرتا ہے کہ اس دور میں ہر فرد تحریک آزادی کے لیے کوشاں ہے۔

ناول میں بڑے چچا ان افراد کی نمائندگی کرتے ہیں جو اپنے نظریہ حیات کے حصول کے لیے اپنی اولاد کی تمام تر ذمہ داریاں، اور گھریلو مسائل کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ انھیں اپنی اولاد کی فکر نہیں ہوتی۔ اور اس فلسفہ کے حصول کے لیے جان تک قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔

کسی بھی فرد کا نظریہ حیات تبدیل ہو کر کب فلسفہ حیات اور فلسفہ معاشرہ بن جائے۔ اس بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ کیوں اس معاشرہ میں ہر فرد کی سوچ ایک ہے اور اپنی سوچ کا مالک ہے۔ یہی سوچ پھر اس کا نظریہ اور اس کے بعد فلسفہ بن جاتی ہے۔ اس سوچ میں تبدیلی لانا بہت حد تک ناممکن سی بات ہے۔

OPEN ACCESS
CC BY

آزادی کی خاطر وہ کئی بار ہار چکے ہیں۔ لیکن انہیں نہ جیل جانے کا دکھ ہے نہ بچوں کے مستقبل تباہ ہونے کا غم لیکن آزادی ملتے ہے ہندو مسلم فسادات شروع ہو جاتے ہیں اور فرقہ وارانہ منافرت کی ایسی آندھی چلی ہے جو سب کچھ اپنے ساتھ بہا کر لے جاتی ہے اور بڑے چچا جیسے لوگ اپنے آپ کو بے بس ولاچار محسوس کرتے ہیں۔

ہر فرد کے اندر کسی نہ کسی صورت میں آزادی کا شعور موجود تھا۔اس معاشرے میں عورتیں اگر اپنے تحفظ کے لیے احتجاج نہ کر سکتی تو خودکشی ضرور کرلیتی تھیں۔

"آنگن" میں یہی کام پہلے کسم کرتی ہے جب وہ معاشرے کی ناانصافیوں کے خلاف آواز نہیں اٹھا سکتی اور پھر تہمینہ۔اس کی شادی اُس کی مرضی کے خلاف صفدر کی بجائے جمیل سے کی جارہی ہے وہ اپنے خوب صورت ہاتھ عالیہ کو دکھاتے ہوئے کہتی ہے:

'ان میں مہندی رچے گی ... اور یہ بات
بھی ہے کہ اس کی سُرخی سے تمناؤں کے خون کا
پتہ چلتا ہے۔"(۵)

صفدر تہمینہ سے شادی نہ ہونے پر کمیونسٹ پارٹی میں شامل ہو جاتا ہے اور ایک انقلابی کی انڈر گراونڈ زندگی گزارتا ہے اس دور میں کانگریس کے حامی اگر قومی آزادی کی بات کرتے تو مسلم لیگ تقسیم کا تقاضا کرتی جب کہ کمیونسٹ پارٹی کا تعلق سماجی انقلاب اور سیاسی واقتصادی آزادی سے تھا۔

اس دور میں کچھ لوگ انگریزوں کو بھی پسند کرتے ۔ان میں عالیہ کی ماں کا شمار ہوتا ہے اس دور میں صفدر کی طرح کے ہزاروں نوجوان سماجی بے انصافی، بے روزگاری کی اور بیماری کے تحت کمیونسٹ اور انقلابی بن کر جان کر بھی کو قربان کر دیتے۔بڑے چچا جیسے لوگ اپنے آپ کو بے بس ولاچار محسوس کرتے ہیں۔

"وہ بھی زمانہ تھاجب اپنے گاؤں کے مسلمانوں پر
آنچ آتے دیکھتے تو سر دھڑ کی بازی لگا دیتے اور
مسلمان ہندو کی عزت بچانے کے لیے اپنی جان
نچھاور کر دیتا۔ ایسا بھائی چارہ تھا کہ لگتا ایک ماں

CC BY

کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہیں پر اب کیا رہ گیا
دونوں کے ہاتھ میں خنجر آ گیا ہے۔"(۶)

بڑے چچا کی سیاسی سرگرمی نے "آنگن" میں ایک مستقل نظریاتی اختلاف کی فضا کو جنم دیا ہے روز بہ روز حالات کی بہتری کی بجائے حالات بگڑتے ہوئے نظر آتے ہیں وہیں بڑھتی ہوئی مہنگائی اور افلاس نے اس گھر کا راستہ دیکھ لیا ہے یہ وہ زمانہ ہے جب طبقاتی نظام کو ختم ہونے کی بجائے اس میں مزید اضافہ کیا گیا۔ عوتوں کے حقوق مردوں سے کم ہیں۔ لیکن عورت کو آواز اٹھانے کی بھی جرات نہیں دی جاتی۔

عورت داشتہ کے طور پر معاشرہ میں موجود ہے لیکن اسے قانونی و شرعی کوئی حقوق حاصل نہیں اور اس سے پیدا ہونے والی اولاد بھی قانوناً کوئی حق نہیں رکھتی۔ ان کی اپنی خواہشات انہیں کبھی سر اٹھانے کے لیے مجبور نہیں کرتیں۔ ناول میں اسرار میاں ایسے ہی مظلوم اور پسے ہوئے طبقے کی عکاسی کرتے ہیں جو بڑے مالک کی داشتہ کی اولاد ہونے کے جرم میں تمام عمر ظلم کی چکی میں پستے ہیں لیکن اف تک نہیں کرتے۔

جاگیردارانہ نظام کی کئی خامیوں پر ناول میں نکتہ چینی کی گئی ہے اور خاموشی سے ایسے کرداروں کے جذبات و احساسات کو بیان کیا گیا ہے وقت گزرنے کے ساتھ مشینی دور نے جاگیردارانہ رعب و دبدبے اور تہذیب کو کم کر دیا تھا۔ دنیا میں تبدیلیاں رونما ہو رہی تھیں نئی نسل بنیادی حقوق اور جمہوری اداروں سے شناسائی حاصل کر چکی تھی۔

ہر فرد کے اندر آزادی کا شعور موجود تھا۔

"آنگن" کے بارے میں عقیل احمد لکھتے ہیں۔

"آنگن" کی کہانی گھر کے آنگن سے شروع ہو کر
ہندوستانی سماج اور سیاست کے دائرے میں پہنچ
جاتی ہے گھر کے آنگن میں مذہب، سیاست،
ادب، تعلیمی مسائل جیسے موضوعات زیر گفتگو
ہوتے ہیں۔ ناول ماضی اور حال دو حصوں میں
منقسم ہے۔ یہ آنگن ایسے خاندانوں کا آنگن ہے

OPEN ACCESS

جو پہلے خوش حال تھا لیکن جاگیر دارانہ نظام کی
شکست وریخت سے مالی دشواریوں سے دوچار ہو
گیا۔"(۷)

مصنفہ نے ''آنگن'' میں مشترکہ ہندو مسلم معاشرہ کی بہت خوب عکاسی کی ہے اور اپنی تحریر سے مختلف فکر و فلسفہ پر روشنی ڈالی ہے اور سیاسی کش مکش کو غیر جانبداری سے بیان کیا۔

''آنگن'' کے افراد مختلف نظریات اور مختلف فلسفہ کے حامل نظر آتے ہیں اور اپنے اپنے آدرش کی خاطر ہر طرح کے دوسرے فلسفہ غلط ثابت کرنے پر تلا ہوا ہے یہاں تک کہ خونی رشتوں کا احترام بھی ختم ہو چکا ہے اور ایک دوسرے کے خلاف آپس میں نفرت کا بیج بو رہے ہیں ایک ہی خاندان کے افراد نظریات و فلسفہ مختلف ہونے کی بنا پر مستقبل میں اپنے ایک الگ راہیں متعین کر لیتے ہیں۔

ڈاکٹر ممتاز احمد خان "اردو ناول کے بدلتے تناظر" میں لکھتے ہیں:

''خدیجہ مستور کا کمال یہ ہے کہ سیاسی کش مکش کی
کہانی میں انہوں نے مکمل غیر جانداری کا ثبوت
دیا حالانکہ سیاسی پس منظر میں کردار تخلیق ہو کر
کہانی کار کو اکثر جاندار بنا دیتے ہیں لیکن خدیجہ
اس بھنور سے نکل گئیں اور یہ دکھانے میں
کامیاب ہو گئیں کہ غلامی کی زنجیروں میں
جکڑے ہوئے لوگ جب معاشرے میں تبدیلی
چاہتے ہیں تو اس عمل سے ان کے اندرون میں کیا
تبدیلیاں ظہور پذیر ہوتی ہیں۔"(۸)

خدیجہ مستور کی نظر سیاسی حالات کے علاوہ سماجی حقائق پر بھی ہے۔ انھوں نے یوں دو تہذیبوں کو بڑی خوب صورتی سے ایک دوسرے کے مدمقابل لا کھڑا کیا ہے اور ماضی و حال کا بیان کرتے ہوئے مستقبل میں انسان کے رویوں کی بھی نشان دہی کر دی ہے

CC BY

اور یہ ان کی فنی وفکری صلاحتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔" آنگن "کا تعلق ایسے کرداروں سے ہیں جو اپنے فلسفہ کی خاطر ریزہ ریزہ تو ہو جاتے ہیں لیکن اپنے فلسفہ کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔

چاہے حالات کتنے ہی مخالف کیوں نہ ہو جائیں۔ناول میں دوہری کش مکش ہے ایک طرف خارجی پر خطر حالات ہیں دوسری طرف انھیں بے پناہ مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان کا داخلی انتشار و کرب انہیں کسی پل بھی چین نہیں لینے دیتا اور چاہے وہ یاسیت و محرومیت کا شکار ہوں لیکن امید کا دامن ہاتھ سے چھوڑ نہیں پاتے۔ ہر کردار ایک خاص آئیڈیل کا حصول چاہتا ہے یہ آئیڈیل اقتصادی خوش حالی بھی ہو سکتی ہے سیاسی حالات کی بہتری بھی آزادی کا حصول بھی، خواہ اس کے لیے تمام قوم فنا ہی کیوں نہ ہو جائے اور کوئی چھوٹی موٹی فکر بھی ہو سکتی ہے۔

ڈاکٹر ممتاز احمد خان لکھتے ہیں:

> "ناول لکھنا ایک بڑا فن ہے اس میں محض تجربے
> مشاہدے فکر و فلسفے ہی کی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ
> کہانی کے بیان کے کرب سے گزرنا ایک مسئلہ
> ہوتا ہے یہاں کیا کیا جائے اور کیسے کیا جائے کی
> تکرار ملتی ہے جو اچھے ناول کو عمری وابدی
> صداقتوں کا ترجمان بنا ڈالتی ہے۔ خدیجہ مستور
> کے یہاں وہ سب تکنیکی و فنی صلاحیتیں ملتی ہیں جو
> اچھے ناول کی تخلیق کا باعث ہوتی ہیں وہ کہانی بیان
> کرنے پر قدرت رکھتی ہیں۔"(۹)

ناول نگار کو یہ فائدہ ہے کہ اسے اپنے فلسفہ کے گرد ہے جس کے اظہار کے لیے زیادہ وسیع کینوس میسر آجاتا ہے کوئی بھی ناول فکر و فلسفہ کے بغیر مکمل ہوئی نہیں سکتا۔ ہر مصنف کوئی نہ کوئی فلسفہ اپنے فن میں بیان کرتا ہے۔ مصنف اپنی کہانی کا تانا بانا بنتا ہی اسی فلسفہ کے گرد ہے جس کا وہ اظہار کرنا چاہتا ہے۔ خدیجہ مستور نے اپنے ناول آنگن میں جہاں مختلف فکر و فلسفہ کی بات کی ہے وہاں مختلف فلسفہ پر بھی بار بار اظہار ہوتا ہے۔

OPEN ACCESS
CC BY

”خدا جانے آپا اتنا کم کیوں بولتی تھیں۔ کیا محبت
لوگوئی کو گونگا بنا دیتی ہے؟ کیا محبت کا نام الفاظ کی
مگیر ملکیوت ہوتا ہے؟ پھر لوگ اتنی گھٹا چیز کے
پیچھے کیوں بھاگتے ہیں۔"(۱۰)

آنگن میں تہمینہ بھی صفدر سے خاموش محبت کرتی ہے اور جب اسے پانے کا کوئی چارہ نہیں ملتا تو خودکشی جیسا قدم اٹھا لیتی ہے۔ محبت انسان کو گونگا بنا دیتی ہے۔ یا زبان عطا کرتی ہے کسی کو تو محبت گل و گلزار کر دیتی ہے اور کسی کو نامراد اور یہ عشق لاحاصل ہی رہ جاتی ہے۔ یہ ہر کسی کی اپنی ہے۔ اسے اقرار ان کے اندر سماج سے ٹکرا لے کر پاش پاش ہونے کا حوصلہ ہوتا ہے اور وہ انتہائی آخری قدم اٹھانے سے گریز نہیں کرتے۔ تہمینہ کے بعد عالیہ سے جب جمیل اظہار محبت کرتا ہے تو وہ اپنی کیفت ان الفاظ میں -بیان کرتی ہے:

”فرد کی فطرت تو پارے کی طرح ہے۔ ذرا سی
گرمی ملی اور بڑھ گیا۔ کل بھی تھی اور آج وہ
منظور نظر ہے پھر کسی اور کی باری ہوگی۔"(۱۱)

مصنفہ نے جابجا آنگن میں موت کے فلسفہ پر روشنی ڈالی ہے محبت کے فلسفہ کے علاوہ اگر دیکھا جائے تو آنگن میں بار بار موت کو دکھایا گیا ہے ناول کے کئی کردار عام انسانوں کی طرح ہنستے ہنستے موت کی آغوش میں چلے جاتے ہیں۔ موت انسانی زندگی کی اٹل حقیقت ہے کسی بھی ذی روح کو اس سے فرار ممکن نہیں۔

مصنفہ نے آنگن میں پہلے (کردار) کسم کے کردار کو موت سے ہمکنار ہوتے دکھایا ہے پھر ہنستی کھیلتی تہمینہ کو موت کے گلے لیتی ہے عالیہ کی دادی کا جنازہ اُٹھتا ہے تو ان کی موت پر ہونے والی مختلف رسوم کا بھی کردار مصنفہ نے ناول میں کیا عالیہ کے ابا اپنی ماں کے وفات پر ان الفاظ اظہار کرتے ہیں۔

”انھوں نے لکھا تھا کہ تصور کی دنیا کو کوئی جیل بند
نہیں کر سکتا۔ اس پر کوئی پابندی نہیں لگائی جا
سکتی، میں نے اپنی ماں کا کاندھا دیا تھا۔ میں نے
انھیں قبر میں اتارا تھا۔۔۔ خبر تم رنج نہ کرنا میری

بیٹی تم کو دل شکستہ نہ ہونا چاہیے۔ موت بھی زندگی
کی ایک حقیقت ہے۔"(۱۲)

آخر عالیہ کے ابا بھی جیل ہی دم توڑ دیتے ۔ موت انسانی زندگی کی اٹل حقیقت ہے جس سے کسی انسان کو فرار حاصل نہیں ۔"آنگن" کے تمام کردار عجیب کش مکش اور بے چینی کا شکار ہیں ہر کوئی اپنی اپنی فکر کا مالک ہے۔

کریمن بوا اس پورے ناول میں ہر جگہ ہر وقت گذشتہ وقت کو یاد کرتی دکھائی دیتی ہے۔ جمیل کے ابا آزادی کے حصول کے لیے کوشاں ہیں تو جمیل اقتصادی خوش حالی چاہتا ہے۔ جمیل کی اماں کی امیدوں کا واحد مرکز جمیل کی ذات ہے۔ وہ اپنی تمام امیدیں جمیل سے وابستہ کیے ہوئے ہیں۔ ان کا دوسرا بیٹا شکیل گھر سے عدم توجہ اور پیسوں کی کمی کے باعث گھر سے بغیر بتائے فرار ہو جاتا ہے ماضی کے بغیر انسان کا حال نامکمل ہے لیکن ماضی میں جی کر حال کو خراب نہیں کیا جاسکتا۔

صدیوں سے اقتدار کی خاطر انسانیت مرتی آرہی ہے اقتدار کا حصول انسان کو اندھا کر دیتا ہے اور پھر انسان اقتدار حاصل کرنے کے لیے ہر جائز و ناجائز قدم بھی اٹھا لیتا ہے تو بھی معاشرے مہذب کہلاتے ہیں اقتدار کی خاطر شہروں پر بم گرائے جاتے ہیں۔ اگر وہ دوبارہ سر اٹھائیں تو انھیں صدیاں درکار ہوں اقتدار کی ہوس کی خاطر شہروں پر بم گرائے جاتے ہیں اور انھیں مکمل طور پر تباہ و برباد کر دیا جاتا ہے۔

جاپان میں ہیروشیما پر بمباری کے واقعہ کو مصنفہ نے ان الفاظ میں لکھا ہے۔

"اللہ یہ حکومتیں شہروں کو کیوں نشانہ بناتی ہیں۔
ان کا کیا قصور، انہیں کیوں موت کے گھاٹ اتار
دیا جاتا ہے مگر یہ تو ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے تاریخ
کبھی مسکرائے گی بھی کہ نہیں، ایک ایک لفظ
خون کی بوند معلوم ہوتا ہے۔ ہیروشیما کی آگ
میں کیا کچھ نہ جل گیا ہوگا۔ پتہ نہیں لوگ اس
وقت کس عالم میں ہوں گئے"۔(۱۳)

OPEN ACCESS
CC BY

خدیجہ مستور کرداروں کی نفسیات سے پردہ اٹھاتی چلی جاتی ہیں اور کہانی میں چھوٹی چھوٹی باتوں سے تانا بانا بنتے فکر و فلسفہ کی گتھیوں کو سلجھاتی چلی جاتی ہیں۔ مصنفہ نے بڑی مہارتوں سے اتنے بڑے واقعہ کو چند لفظوں کے اندر بیان کر کے لکھ دیا ہے اور زندگی و موت اقتدار و ہوس کا فلسفہ مختلف پیرائیہ میں بیان کر دیا ہے وہ زندگی کی حقیقتوں سے پردہ اٹھاتے ہوئے مختلف فکر و فلسفہ پر بات کرتی ہیں۔ وہ انسان کے دکھ سکھ اور خواب و خیال کی کہانی بیان کرنے میں مہارت رکھتی ہیں۔

خدیجہ مستور کہانی کا آغاز دلچسپ ڈرامے کی طرح کرتی ہیں اور قاری کو مکمل گرفت میں لینے کے بعد ان کے احساس کو جھنجھوڑتے ہوئے زندگی کے فلسفیانہ پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہیں۔

مصنفہ لکھتی ہیں:

"اقتدار کی آگ کبھی نہیں بجھتی، لاکھ تہذیب
جنم لیتی رہے کچھ نہیں بنتا۔ اقتدار سب کچھ جلا کر
بھسم کر دیتا ہے اس کے باوجود دعویٰ ہے کہ اب
ہم مہذب ہو چکے ہیں سروں کے مینار بنانا اور
انسانوں کو پنجروں میں بند کرنا تو صدیوں پرانی
وحشت کے دور کی یادگاریں ہیں مگر آج جو جنگ
ہو رہی ہے، ایک سے ایک بڑھیا بم لو، جس
سے زیادہ بے گناہ مریں وہ سب سے ترقی یافتہ
ہتھیار۔"(۱۴)

بہت کم مصنفین کے ہاں ایسا ہوتا ہے جب معاشرے کی سچی تصویریں پیش کرتے مختلف فلسفیوں پر بات بھی کی گئی ہو کچھ زوال آمادہ معاشرہ میں سر اٹھا کر جینا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہوتی۔

ڈاکٹر ممتاز احمد خان لکھتے ہیں۔

"خدیجہ مستور نے "آنگن" میں نہ صرف کہانی
کے تمام لوازمات ایک اکائی میں پرونے کا کیمیائی

CC BY

عمل انجام دیا ہے بلکہ کسی ملک کی وہ کہانی کے تمام
ہنگامہ خیزی اور متعدد بحرانوں سے عبارت تھی
اسے انتہائی حسن و سلیقے سے ایک اہم ناول بنا دیا
ہے وہ ''آنگن'' پاکستان کی مختصر زندگی میں تخلیق
شدہ ناولوں میں سے ایک اہم ناول ہے اور کمتری
کے احساس کے بغیر یہ بات وثوق کے ساتھ کہی جا
سکتی کہ ''آنگن'' ترجمے کے بعد دنیا کی مختلف
زبانوں کے ساتھ رکھا جا سکتا ہے۔''(۱۵)

''آنگن'' میں عالیہ اور صفدر نے ایک نئے ملک میں اور پناہ لی جہاں تغیر پسند حالات نے کوئی واضح اور متعین سمت کا تعین نہیں کیا تھا ۔امیری غریبی اور طبقاتی سماج کی بنیاد پر قائم فرد کی کم تری برتری اور فرقہ واریت پر مبنی تہذیب کو بیان کرتے ہوئے ناول نگار نے آنگن کو بیان کرتے ہوئے گھر سے باہر پورے ملک میں ہونے والے تغیر کو بڑی مہارت سے بیان کیا ہے خدیجہ مستور گھر کے آنگن کو بیان کرتے ہوئے دراصل مشترکہ تہذیبی معاشرہ کا عکس بیان کرتی ہیں۔

حالات کی تبدیلی سماجی تغیرات کی بھرمار اور پرانے اصولوں کو چھوڑ کر نئے معاشرتی مسائل کا سامنا کرنا نو تعمیر معاشرہ کے چیدہ چیدہ مسائل ہیں۔

گو آنگن بظاہر ہندوستان کے ایک متوسط طبقے کے ایک خاندان کی کہانی ہے۔لیکن اس آنگن میں ہندوستان میں ہونے والی مختلف سیاسی جماعتوں کی سرگرمیوں کو نمایاں کیا گیا۔تحریک آزادی کا شور بڑھا تو ہندوستان کا کوئی مسلمان بھی اپنے آپ کو اس شدت سے محفوظ نہ رکھ سکا اور عوامی اضطراب بڑھتے بڑھتے گھر کے آنگن تک پہنچ گیا ان حالات میں بعض لوگ غیر ملکی استبدال کا شکار ہوئے تو بعض ہندوستان کی سیاسی جماعتوں کے اور جو بچے ان میں زندگی کی کش مکش اور اضطرابی کیفیت پائی گئی۔ان کا زوال اس طرح ہوا کہ افراد اپنے ہی ماحول میں اجنبیوں کی طرح زندگی گزارنے لگے اور بیتے ہوتے وقت کو یاد کر کے وقت گزارنے کے سوا ان کے پاس کوئی چارہ نہ تھا۔

گھر کا آنگن گاندھی جی نہرو اور جناح کے نعروں سے گونج اٹھا۔

CC BY

مصنفہ نے گھر کی چار دیواری کے اندر جس آنگن کی عکاسی کی ہے دراصل وہ بر صغیر کے ہر گھر کا آنگن بن گیا ہے جب آزادی کی گونج ہر گھر میں پہنچ چکی تھی اور کوئی بھی اپنے آپ کو محفوظ نہ رکھ سکا گھر سے باہر بحثیں گھر کے آنگن تک پہنچ جاتی ہیں۔ اسی آنگن میں گھریلو مسائل بھی ہیں۔ گھر کے باہر کے مسائل کی جھلک ان کے اثرات نمایاں ہیں۔ اور نتائج دکھائی دیتے ہیں۔ جہاں مصنفہ مذہب، سیاسیات، تعلیمی مسائل اور زندگی کے دیگر فلسفوں پر بحث کرتی دکھائی دیتی ہیں۔ ہے۔ مصنفہ کی دراصل انسانی زندگی کے نشیب و فراز پر نگاہ ہے۔ چونکہ مرکز توجہ گھر کا آنگن ہے اس سے لیے گھر کے آنگن میں تمام فلسفہ فکر پر بات ہوتی ہیں۔ ناول کا ہر کردار ذہنی کش مکش اور اضطراب کا شکار ہے۔ پورے ناول میں سوگواری کی فضا موجود ہے اور ذہنی کش مکش انہیں کہیں بھی چین نہیں لینے دیتی۔

ناول کا مرکزی کر تہمینہ اور اس کی بہن عالیہ ایک بے چینی کا شکار ہے وہ یہ سوچنے پر مجبور ہیں کہ کیا چاہ ہے؟ سامنے زندگی کا ایک طویل سفر ہے اور انھیں طے کرنا ہے؟ اور وہ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ پورے ناول میں تہمینہ اپنے لیے کوئی فیصلہ نہیں کر پاتی اور دوہری سوچوں کا شکار ہو کر بے چین ہے۔ پورے ناول میں شروع سے لے کر آخر تک کرب و اذیت کی کیفیت کہیں زیادہ ہے اور خوشی کا تاثر کہیں کم۔ آنگن ایسا ناول ہے جو یہ تاثر دیتا ہے تاریخ کے دھارے میں بہتے ہوئے انسان کیا کیا منصوبے بناتا ہے لیکن وقت کے ہاتھوں اس کے تمام منصوبے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ انسان سوچوں اور خوابوں کے تمام منظر بدلے ہوئے پا کر حیرت و استعجاب کا شکار ہو جاتا ہے انسان سوچتا کچھ ہے ہوتا کچھ اور ہے۔ قیام پاکستان کے بعد کے حالات شکلات و مسائل کا تذکرہ زیادہ ہے۔

جب وہ خدیجہ مستور نے انسانی نفسیات کے گہرے مسئلوں کو بے حد آسان کر کے بیان کیا ہے۔ غربت، ناانصافی، معاشرتی استحصال کے خلاف لکھتی ہیں تو مختلف فلسفہ مفکر اور تصورات زندگی کا خوب اظہار کرتی ہیں خدیجہ مستور نے اس سر زمین کا نقشہ آنگن میں کھینچا ہے جس کو حاصل کرنے کے لیے لاکھوں کروڑوں انسانوں نے قربانیاں دیں لیکن جو حاصل ہوا وہ خوابوں کے بر عکس تھا۔ ناول بظاہر خود الگ گھرانے کے آنگن کی داستان ہے لیکن اس کے علاوہ بعض متصادم سماجی رویوں کی بھرپور عکاسی ہے یوں لگتا ہے مصنفہ نے یہ کہانی بیان کرتے ہوئے وہ مکمل طور پر غیر جانبدار رہتی ہے۔ خدیجہ مستور خود ایک ایسے گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں جو کہ مہاجر گھرانہ تھا۔ اس لیے انھوں نے ایک ایسے مہاجر گھرانے کی مشکلات کو خوب نبھایا ہے۔

وہ اس معاشرے کو بیان کرتی ہیں جن میں آزادی کی خاطر بچہ بچہ اپنا آدرش رکھتا تھا۔ اور اس فلسفہ کی خاطر اپنی جان تک دریغ نہ کرتا تھا۔

cc BY

پورے ناول میں تمام کردار دوہری کش مکش کا شکار ہیں۔ ایک طرف خارجی مسائل کی بھر مار ہے تو دوسری طرف بے پناہ مسائل کا سامنا۔ ان کا داخلی انتشار انھیں کسی پل چین نہیں لینے دیتا۔ اور چاہے کتنی ہی زندگی سے مایوس کیوں نہ ہو جائیں اور امید کا سہارا آخری دم تک قائم رہتا ہے۔

آنگن میں ایسی سیاسی کشی مکش کو بیان کرتی ہیں جب کوئی بھی اپنے آپ کو اس سے محفوظ نہ رکھ سکا غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے لوگ جب معاشرے میں تبدیلی جاتے ہیں تو اس تبدیلی سے ان کے اندر تک تبدیلی رونما جاتی ہے۔ اسے افراد اپنے فکر و فلسفہ کی خاطر ریزہ ریزہ تو ہو جانا پسند کرتے ہیں لیکن اپنے فلسفہ کو چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوتے۔ اس ناول میں ہر کردار بہت زیادہ فلسفہ و فکر رکھتا ہے یہ فلسفہ اقتصادی خوش حالی کا بھی ہو سکتا ہے۔ حالات چاہے کتنے ہی مایوس کیوں نہ ہو جائیں امید کا سہارا مرتے دم تک رہتا ہے۔

سیاسی حالات کی بہتری بھی، آزادی کا حصول بھی۔ خواہ اس کے لیے تمام قوم کو قربان کیوں نہ ہونا پڑے، اور کوئی چھوٹی موٹی فکر بھی آنگن میں انھوں نے دو تہذیبوں مسلم اور ہندو کے مشترکہ ملاپ، مشکلات، رسم ورواج، اقدار، روایات، مذہب سیاست اور تہذیب و ثقافت پر مختلف فلسفہ و فکر بیان کیے ہیں بے شک وہ کہانی بیان کرنے میں قدرت رکھتی ہیں۔

ڈاکٹر احسن فاروقی نے کہا تھا۔

> "آنگن" رویوں کا انعام نہیں بلکہ دلوں کا انعام
> حاصل کرنے کے قابل ہے۔"

کسی بھی مشاہدے تجربے یا فکر فلسفہ کو بیان کرتے ہوئے کہانی کے بیان کے کرب سے گزرنا پڑتا ہے۔ کیا کیا جائے اور کیسے کیا جائے "آنگن" میں خدیجہ مستور نے اس فن کو خوب نبھایا ہے۔

OPEN ACCESS
CC BY

حوالہ جات

۱۔ ممتاز احمد خان، ڈاکٹر، اُردو ناول کے بدلنے تناظر، لاہور۔ اردو اکیڈمی پاکستان ۲۰۰۷، ص:۱۵۵-۱۵۶

۲۔ نیلم فرزانہ، اردو ادب کی خواتین ناول نگار، لاہور- فکشن ہاؤس ۱۹۹۲ء، ص:۲۳۹-۲۴۰

۳۔ خالد اشرف، ڈاکٹر، برصغیر میں اردو ناول، لاہور۔ فکشن ہاؤس، ۲۰۰۵، ص:۲۱۲

۴۔ نیلم فرزانہ، اُردو ادب کی خواتین ناول نگار، ص ۲۳۹

۵۔ خدیجہ مستور، آنگن، ص ۴۱۵

۶۔ خدیجہ مستور، آنگن، ص:۳۰۵

۷۔ عقیل احمد، اردو ناول اور تقسیم ہند دہلی: موڈرن پبلشنگ ہاؤس ۱۹۷۷ء، ص:۹۲

۸۔ ممتاز احمد، اردو ناول کے بدلتے ہوئے تناظر، ص:۱۲۰-۱۱۹

۹۔ ایضاً، ص:۱۳۱-۱۳۰

۱۰۔ خدیجہ مستور، آنگن، ص:۳۸

۱۱۔ ایضاً، ص:۱۳۷

۱۲۔ ایضاً، ص:۱۳۲

۱۳۔ ایضاً، ص:۲۶۶

۱۴۔ ایضاً، ص:۱۹۳

۱۵۔ ممتاز احمد خان، ڈاکٹر، اُردو ناول کے بدلتے تناظر، ص:۱۲۱